

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

دورِ سعادت و رحمت اور زمانہِ خلافتِ راشدہ کے بعد موروثی عجمی بادشاہت کے قتنے کا سر اُجھارنا، اللہ کے بندوں کو انسانی حکم و قانون کی لاطھی سے من مانے راستوں پر لانگھنا، اختلافات کو برداشت نہ کرنا، بلکہ جبرم قرار دینا، احتساب و تنقید کے دلائل کا جواب نہ دے سکتا، قوتِ جاہ کو عیش و عشرت اور مے و وقص کے لیے استعمال کرنا، خدائی یا عوامی خزانے کو اپنی ذات اور اپنے اقربا اور اپنے خدام و معاونین اور اقتدار کے خاص خاص محافظین پر خرچ کرنا یا اختلاف و اجتماع کرنے والوں کا مقابلہ کرنے پر لندھانا، کمزور مذہبی شخصیتوں کے ضمیر خریدنا اور مضبوط علماء کو دباننا اور کچلنا، مختلف امور میں دینی قدروں اور معیاروں کو چھوڑ کر لادینی اتفاقتوں کو معیار بنا لینا — گویا ملت کے حق میں ہمیشہ کے لیے تباہی کا دھانہ کھل گیا۔

دوسرے لفظوں میں یہ فردِ واحد کے ذریعے چلنے والا سیکولرزم تھا۔ یعنی انفرادی زندگیوں میں کچھ نہ کچھ آرائشی اسلام ضرور رہے، لیکن اجتماعی، سیاسی اور بادشاہتی زندگی کے لیے جو فیصلے دیئے جائیں وہ اسلام سے آزاد ہوں۔

ساتھ کر بلا کے وقت حالات کا نقشہ یہ تھا کہ:

— ایک طرف بادشاہتی سیکولرزم کی تسلط یافتہ قوت — یزید کی حکومت اور اس کے انصار و معاونین۔

— دوسری طرف خلافتِ راشدہ کے طرز پر چلنے والے صحیح اسلامی نظام کی

علیہ السلام قوت —

امام حسین اور ہم نوایانِ حسین اور بہت سے صحابہ کرامؓ اور پاکیزہ فکر و کردار سے آراستہ تابعین جو تبدیلی احوال کے لیے کسی مناسب تدبیر اور مناسب قیادت کے جو یا تھے۔

امام حسین کا کردار، "بے خطر کود پڑا" والا کردار تو تھا ہی، انہوں نے نہ خواہ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا اور نہ عوام میں اپنی دعوت پہنچانا۔ بس یکا یک ایک قافلہ عشق چل پڑا۔

امام حسین براہ راست تصادم چاہتے تھے یا نہیں، اس سوال سے قطع نظر، یہ بہر حال واضح تھا کہ دو متضاد قوتیں آمنے سامنے موجود ہیں۔ سیکولرازم چونکہ برداشت نہیں کر سکتا کہ خدا پرستانہ بنیادوں پر کوئی اُسے چیلنج کرنے والا ہو، اس لیے وہ اور اُس کی سپاہ شدید انتقامی جذبے کے ساتھ مخالف آواز کو دبانے کے لیے نہایت ہیمانہ انداز سے خونریزی کرتے ہیں اور شرفِ انسانیت کو پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ لہذا اگر بلا کے میدان میں یزیدی سیکولرازم اپنی بیماری اور وحشیانہ فوجی قوت ایک ایسے آدمی کے خلاف سمیٹ لایا جو نہ صرف حربِ نرب کے لحاظ سے اشرف و اکرم تھا، بلکہ بغیر کسی فوجی تیاری کے اپنے بیوی بچوں اور چند اعزہ و احباب کے ساتھ نکلا تھا۔ خونخوار سیکولرازم نے اسے اور اس کے ساتھیوں اور قبیلے والوں کو پہلے پیاسا رکھ کر اذیت دی اور پھر بالکل ہی بھنجور ڈال۔

لیکن نہ وہ دو متضاد قوتیں وہاں ختم ہو گئیں اور نہ ان کا سلسلہ تصادم رکا، بلکہ بعد کی ساری تاریخ انہی قوتوں کی جنگاہِ بنی رہی اور آج بھی ہے۔

پیچھے جائیں تو پیچھے کی تاریخ بھی ایسی ہی تھی۔ قوتِ شرا و قوتِ حق کا تصادم پہلے روز سے چلا اور جاری رہا۔ داعیانِ حق کو ہمیشہ نفس پرستوں، اربابِ اقتدار، دولت پرستوں، حرام خواروں، سرمستانِ رقص و سرود، جرائم پیشہ اور فحش کارگردہوں سے سابقہ پڑتا رہا۔ ان میں سے کم دعوتِ حق سے متاثر ہوئے۔ اکثر کا حال یہ رہا کہ انہوں نے خدا کے

انبیاء کو قتل کیا۔ ان پر الزام لگاٹھے، ان کو بستریوں سے نکالا، ان کی تعلیمات کا مذاق اُڑایا اور ان پر ایمان لانے والوں کو اذیتیں دیں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر ہجرت تک، ایمان لانے والوں نے معاندینِ حق کے ہاتھوں کتنے ہی آلام اٹھائے، ہجرت کرتے وقت اموال اور تعلقات اور جذبات کی کتنی بڑی قربانی دی، پھر کہیں قرآن کی جامعیتیں شہید ہو رہی ہیں، کہیں حضرت خبیثؓ اور زید بن سعیدؓ کو تنغیم کے میدان میں سولی پر لٹکایا جا رہا ہے۔ بارہ واحد کے غزوں میں حضورؐ کے کیسے کیسے پیارے ساتھی شہید ہو رہے ہیں، پھر خندق میں، معرکہ فتح مکہ اور جنگ اوطاس میں، غزوہ تبوک میں قدم قدم پر شہادت کے چراغ روشن ہیں۔

ایں خانہ تمام آفتاب است

حضورؐ کے بولد ہی بعد دور فاروقی میں جب فتوحات کا سیلاب ردم و عجم کی طرف تیزی سے بڑھا تو سبانی اور مجوسی اور یہودی قوتوں کی ساز باز کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس فتنہ کا پہلا شکار حضرت عمرؓ کی ذات ہوئی، پھر حضرت عثمانؓ کی، پھر حضرت علیؓ کی بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت حسنؓ بھی اسی سازش کی لپیٹ میں آ گئے۔ اسی طرح جب بہت بڑے موثر افراد کو میدان سے ہٹا دیا گیا تو آخری ایک ہی ہتے ہیں محمدؐ عربی کے نظامِ خلافت کو توڑ پھینک کر موروثی عجمی بادشاہت کے تخت کے پائے مسلمانوں کے کندھوں پر رکھ دیئے گئے۔ پھر ہم نے ملوک و سلاطین کا لمبا دور بھگتنا۔ آج بھی سلاطین و آمرین کے ساتھ ساتھ سیکولر جمہوری آمرین کا تسلط ہے۔

آج تک ملتِ ماضی کے سازشیوں کے اٹھائے ہوئے فتنوں میں اُلجھی ہوئی آپس ہی ہیں

لڑ رہی ہے۔

مسلمانوں کو بہ حیثیتِ امتِ وسطِ آج یہ سوچنا چاہیے تھا کہ وہی یزیدیت موجودہ دور میں بھی نئے نئے اطراف سے اور نئے وسائل سے ہم پر حملہ آور ہے۔

آج کا دور عالمی یزیدیت کا دور ہے۔

یعنی ایک طرف دو سپر پاورز روس اور امریکہ ہیں اور ان کے ساتھ ان دونوں کے دو ایجنٹ بھارت اور اسرائیل ہیں۔

یہ سامراجی یزیدیت کا سیکولر نظام مشرقین و مغربین پر یکساں چھایا ہوا ہے۔ قرضوں اور ایڈ کے بندھنوں کے ذریعے اب ملکوں اور قوموں کو اس طرح بستہ افتراک کیا جاتا ہے جیسے پہلے کبھی ماہی گیری کی جاتی ہوگی۔ قرضوں اور ایڈ کے علاوہ دوستی کے معاہدے، مختلف منصوبوں میں کوئی خاص حصہ لینے کے معاہدے، ٹیکنالوجی منتقل کرنے کے معاہدے، درآمد برآمد کے ایسے معاہدے جو ہمارے شکار دیوں کے لیے مفید ہوں، جنگی اسلحہ کی فروخت کے معاہدے جن کی کمانی بڑھانے کے لیے جنگیں چھیڑنے کے وجہ دس دس سال پہلے سے قائم کر دیئے جاتے ہیں، مختلف کاموں میں امداد کے لیے بھاری تنخواہوں پر ماہرین کی فراہمی کے معاہدے، پھر یو این او کی سیاسیات میں شکار شدہ قوموں کا استعمال، پھر عالمی پروسیگنڈے کی دنیا میں ان کے لیے شایان شان جگہ کا انتظام وغیرہ۔ یہ تو ہوا عمومی پہلو۔

چند خصوصی پہلو یہ ہیں :

ایک یہ کہ خیالات و نظریات، سوچنے کے زاویے، پسند و ناپسند کے معیارات حتیٰ باطل کے تصورات وہ ہوں جو شکاری طاقتیں چاہتی ہیں۔

اس کے لیے خاص توجہ نظام تعلیم پر ہے۔ اس نظام کے ذریعے مغرب کے فلسفیانہ نظریات ہمارے ذہنوں پر ٹھونسنے جاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ اتہام ہوتا ہے کہ کہیں طلباء کے ذہن آزادی سے کام لے کر کسی دوسرے طرز فکر — خصوصاً اسلامی علوم و حکمت — کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔ ان میں اپنے ملک، اپنے دین، اپنے کچر، اپنے علوم، اپنی تاریخ، اپنے بزرگوں اور اپنی کتب ہدایت کے متعلق اول تو مخالفانہ ذہن پیدا کیا جاتا ہے کہ یہ سب گھٹیا چیزیں ہیں اور خلاف عقل، ورنہ کم از کم اس رویے کو کافی سمجھا جاتا ہے کہ مسلمان کتاب و سنت اور اپنے اسلاف اور ان کے علوم اور اپنی تاریخ و ثقافت کو کوئی خاص اہمیت دینے بغیر جدت و ترقی کو سلوگن بنا کر ہماری ذہنی غلامی کرنے لگیں۔ طلباء کو اپنی

قومی زبان کے متعلق مایوس اور بددل کر کے یہ تصور دلایا جاتا ہے کہ تمہاری زبان بہت کمزور ہے وہ جدید علوم کے مباحث اور ان کی اصطلاحات کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ اس لیے نئے خیالات حاصل کرنے کے لیے تمہیں انگریزی پر توجہ دینی چاہیے۔ نتیجہ یہ کہ انگریزی ذریعہ تعلیم والے طبقے میں شاذ و نادر ہی کوئی شخص ہوگا۔ جو کوئی بڑا تخلیقی کام کر سکا ہو۔ یہ ہماری تخلیقی قوتوں کو کچلنے کی ایک گہری اسکیم ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہم مجسمنا ہٹ سے غلامی کرتے رہیں۔

علمی کتابیں انگریزی میں، رسائل انگریزی میں، میڈیا کے جدید نظاموں کے ذریعے خبریں انگریزی میں، تصویریں اور سیریاں انگریزی میں، مغربی لباس اور میک آپ اور دعوتیں اور مجالس انگریزی، ڈراموں کا مواد اور فن اور ان میں اداکاری انگریزی، ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں انگریزیت کا غلبہ، عام فلموں میں انگریزیت، مقابلے کے انٹرویوز اور ان کے سوالات انگریزی میں — کیسا ہمہ جہتی حملہ ہے۔

ماڈرن عورتوں کے مغربی فیشن اور میک آپ، بچوں کے ولایتی لباس، کھیل اور نہانے کے لباس، طرح طرح کی مغربی تقریبیں، اور بات بات میں فوٹو بازی اور گھر گھر میں سڑیاں ^{کا} غرضیکہ ہم لوگ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔

پھر اس لادین سیکولر مغربی سامراج کا ایک ہدف یہ ہے کہ اسلام میں اُبھرنے کی جو قوت اخلاقی و روحانی اور فکری و ثقافتی روح کے ساتھ کام کرتی ہے، اس قوت کو کچلنے اور ناکارہ بنانے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ عورت کو پہلے حجاب سے، پھر دوپٹے سے، پھر پورے لباس سے آزاد کر دیا جائے۔ اسے اسٹیجوں پر لایا جائے، اسے ملازمتوں میں بھرتی کیا جائے، اسے مخلوط ثقافتی مجالس میں رونق افروز کیا جائے۔

اس ایک کام کے مکمل ہونے سے سیکولر ازم کے راستے کھل جاتے ہیں۔ اور پھر مسلمانوں میں وہ قوتِ اجتہاد پیدا ہوتی ہے کہ نصوص کا بھی تحلیلہ بگرد جاتا ہے۔

پھر اس سیکولر عالمی سامراج نے یہ کیا کہ مسلمانوں کے اندر طرح طرح کے فرقوں کو ہوا دی، انہیں مدد دے کر اُمجارا اور جب جہاں ضرورت ہوئی ان کو لڑا کر ملتِ اسلامیہ

کے مقاصد کو نقصان پہنچایا۔

لادین سیکولر عالمی سامراج یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں معاشی لوٹ کھسوٹ جاری رہے۔ وڈیرا ازم زور شور سے چلے، رستہ گیری فروغ پائے۔ تخریب کاری زور پکڑے، نئے ناموں سے سود کو خوب فروغ حاصل ہو، حکومت اسلام کے محبت کے راگ الاپ الاپ کر ان فتنوں میں لگی رہے۔ سب سے بڑی، قانون، ڈپلومیسی، حکم اور براہ راست اپنی دخل اندازی و سرپرستی کے ذریعے، نیز اخباری اور پارلیمانی پروپیگنڈے کے بل پر ایسے اداروں، ایسی سرگرمیوں، ایسی تقریروں، ایسے اجتماعات اور ایسی شخصیتوں کو نوازا جائے، جن کے ذریعے بالواسطہ طور پر اسلام کی قوت کمزور ہو اور سیکولر ازم کے علمبرداروں کو زیادہ فراخ راستے ملیں۔

جن ممالک میں مسلمانوں کی اقلیت ہے، ان میں ان کو یا تو نسلی طور پر ختم کیا جا رہا ہے، ملک بدر کیا جا رہا ہے، یا ان کے ناموں، ان کے سوشل رابطوں، ان کے پرسنل لاء کو بدلا جا رہا ہے۔ اور ان کی مذہبی عبادتوں اور تقریبوں اور مساجد وغیرہ کو ختم کیا جا رہا ہے، مثلاً برما، آسام، بھارت، بوگو سلفانیہ، یونان، فلپائن، ایبے سینیا وغیرہ۔ جن ممالک میں (مثلاً نائیجیریا) مسلمانوں کی اکثریت تو ہے، مگر ان کی تعلیمی پس ماندگی (جو دورِ غلامی میں ان پر مستط کی گئی، کی وجہ سے عیسائی اقلیت اپنے آپ کو اکثریت گردانتی ہے اور فوجی افسروں اور ملازموں کی برتری کی وجہ سے مسلم عوام کی اکثریت کو دبا کچل کر رکھے ہوئے ہے۔ جن ممالک میں مسلمانوں کی مجموعی اکثریت کے ہوتے ہوئے کسی ایک حصے میں عیسائی اکثریت ہے۔ (مثلاً مصر و سوڈان) وہاں ہمیشہ ایسی خصل اندازی جاری رہتی ہے کہ مسلمان اپنے دین کے مطابق حکومت کو نہ چلا سکیں۔ عیسائی علاقے تعلیم، سرمائے، پروپیگنڈے اور مغربی مدد کے بل پر بار بار ہنگامے اٹھاتے ہیں۔

اب آتے ہیں وہ بد قسمت ترین علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہاں کسی ہیر پھیر سے

ایسا سخت سیکولر نظام دیرونی اثرات کی پشت پناہی یا اُن کے خوف سے، قائم کر دیا گیا ہے کہ جہاں کسی نے اس نظام سے اختلاف کیا اور اسلامی نظام کا نام لیا، قانون کا شکنجہ فوراً اُسے قابو میں لے کر موت کے گڑھے تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کی مثالیں تہ کی اور انڈونیشیا کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

اور آخر میں انتہائی خجلیت زدہ ہو کر ہم پاکستانی اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں کہ جہاں ابھی تک سیکولر ازم انڈونیشیا یا ترکی کی طرح ترقوت نہیں پاسکا، لیکن اسلامی نظام کے وعدوں سے چالیس سال تک غداری کستے رہنے کا انجام یہ ہے کہ اب سیکولر ازم زور شور سے آنکھیں دکھا کر بولنے لگا ہے اور یہاں یہ عزائم ظاہر کیے جانے لگے ہیں کہ ہمیں سیکولر نظام چاہیے۔ ان حالات میں شریعت بل کا پاس نہ ہو سکا حیرت کی بات نہیں۔

اب اگر ہمارا معاملہ بین بین ہے تو فارمولہ سیدھا سادا ہے کہ دو قوتوں میں سے کونسی قوت آئندہ ایک سال یا پانچ سال میں اتنا زیادہ اور موثر کام کر لے جاتی ہے کہ وہ میچ کو جیت لے جائے۔

دینی کام محض جلسے جلوسوں سے نہیں ہوتا۔ جلسے جلوس تو جذباتی کیفیت کو ابھار دیتے ہیں۔ اور جذباتی مسلمان کا حال یہ ہے کہ وہ ضیاء الحق، محمد نیچو، حاجی سیف اللہ، نواز شریف، کسی جدیدی اور کسی اجتہادی کے پیچھے چل سکتا ہے۔ دینی کام کرنے کے لیے تہ شعوری ایمان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جماعت اسلامی کے تو اساسی نظریات میں یہ بات شامل ہے۔ ایک عام جذباتی مسلمان میں شعوری ایمان پیدا کرنے کے لیے اس سے میل جول اور اس سے گفتگو کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے مسائل وقت کے متعلق دلائل مہیا کرنے ہوتے ہیں۔ اور اس کے شکوک و شبہات کا ازالہ کرنا ہوتا ہے، نیز سوالوں کے جواب دینے ہوتے ہیں۔ دعوت دینی تو ایک چھوٹا سا متحرک نظام تعلیم بالغاں ہے۔ اس بنیادی کام کو چھوڑ کر جلسوں کے ذریعے اگر آپ صرف جذباتی قوت سے لڑائی لڑیں تو فریق مخالف مغالطہ انگیزی

کہ کے بھی بہت زیادہ جذباتی قوت سے آٹے گا اور اس کے سامنے سیکولرازم کا شعور بھی پھیلے گا، جس کے لیے پارلیمنٹ میں باتیں ہوتی ہیں، دانشور بھی لکھتے ہیں اور اخبارات اور ٹیلی وژن وغیرہ بھی زور لگا رہے ہیں، نیز کسی معلم معذرات کلاس روموں میں اس کے لیے کام کرتے ہیں۔

اور یہ سیکولرازم "اسلامی" بھی ہے۔ یعنی اکابر سیرت کے جلسے کراتے ہیں، حاجیوں کے قافلوں کو الوداع کہتے ہیں۔ مزاروں کو غسل دے کر چادریں چڑھاتے ہیں، ان "اسلامی خدمات" کے بعد وہ ایک "ذرا سا" قصور یہ کرتے ہیں کہ "اسلامی شریعت" کو اختیار نہیں کرتے۔

میرے آہ و بکا کرتے ہوئے ہم قدم! عنابی آنسوؤں سے چہرے کو تر کرنے والے ہم علم!
دیکھ کتنی بڑی جہانی یزیدیت سامنے ہے۔
کیسے کیسے کونے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔
کتنے ہی فرات ہیں جن کے کناروں پر پانی بے گھونٹ کا انتظار کرنے والے حلق پتر کھاتے ہیں۔
کتنے خمیے اُبھڑ رہے ہیں۔

کتنی خواتین کے نقاب بچ گئے۔
کتنی ہی بیٹیاں اسٹیجوں پر اپنے جسموں کی نمائش کر رہی ہیں۔
کہاں کہاں شراب و رقص کا طوفان برپا ہے۔
کس کس زمین میں ستیدنا عمرؓ اور ستیدنا حسینؓ کے پیروؤں کے لاشے تڑپ رہے ہیں۔
کن کن زمینوں پر خون کی ندیاں رواں ہیں۔
چھوڑو آہ و بکا! ختم کرو گریہ زاری — چلو اس سب سے بڑے طاغوت سے
جا کر ٹکرائیں، اس سیکولرازم کو جھنجھوڑ دیں۔

پھر چاہے، ہمارے لاشے بھی گھوڑوں کے سموں تلے روند بیٹھے جائیں۔ چاہے ہمارے سر بھی کاٹ
کر نيزوں پر سجایے جائیں۔

میرے ہم قدم! میرے ہم علم! آؤ ہم نے انداز کا محرم منائیں۔